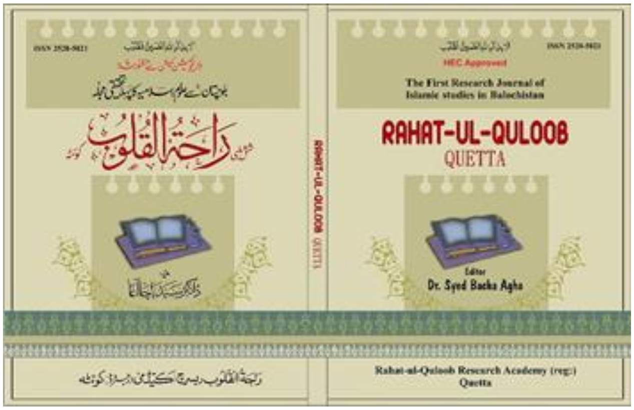

OPEN ACCESS

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution
4.0 International License

CC BY

RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

تکملہ فتح الملہم: تعصب سے پاک شرح، چند نظائر

Takmila Fath al Mulhim- Prejudice Free Explanation- Some Evidences

AUTHOR

1. Dr. Zill-e-Huma, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Jhang, Jhang, Pakistan.
   Email: huma_ahsan77@yahoo.com

How to Cite: Dr. Zill-e-Huma. 2021. "URDU: تکملہ فتح الملہم، تعصب سے پاک شرح۔ چند نظائر: Takmila Fath Al Mulhim, Prejudice Free Explanation. Some Evidences". *Rahat-Ul-Quloob* 5 (2), 124-35. https://doi.org/10.51411/rahat.5.2.2021/270.

URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/270
Vol. 5, No.2 || July–Dec 2021 || URDU-Page. 124-135
Published online: 11-10-2021

QR. Code

تکملہ فتح الملہم: تعصب سے پاک شرح، چند نظائر

Takmila Fath al Mulhim- Prejudice Free Explanation- Some Evidences

ظل ھما

ABSTRACT

The discipline of Hadith studies is one of the richest and exclusive discipline of knowledge as its branches extend to hundred. The religious scholars had written thousands monograph concerning Hadith interpretations and explanations. Many voluminous works appeared and existed and each of them is a commendable contribution to Hadith explanations. One of the significant works on Hadith explanations is “Takmila Fath-al-Mulhim” that is the result of scholastic efforts of many years by Mufti Muhammad Taqi Usmani. This explanation of Hadith Book Muslim was originated and finished till the “Section of Marriage” but he could not extend it to the last chapter due to his political engagements and later his demise closed the chapter. Mufti Muhammad Taqi Usmani completed the remaining work in eighteen years and nine months. This explanation is pure from any type of rigidness, prejudice and descrimination. Sunni Islam is seperated into four main schools of jurisprudence, namely, Hanafi, Maliki, Shafai and Hanabli. Although Taqi Usmani belongs to Hanafi school of thought but if there is found any weak point in his school of thought. He accepts it with open heart and respects the point of other scholars having different school of thought. He has explained the ahadith in a neutral, impartial and unprejudiced way. In this perspective some evidences have been mentioned in this article.

Keywords: Takmila, Sharah, Sahih Muslim, Prejudice, Free, Evidences, Explanation

دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور تیسری صدی ہجری میں ائمہ ستہ کی مشہور زمانہ تالیفات وجود میں آگئیں۔ احادیث کی جمع وترتیب اور تہذیب کا یہ سلسلہ چلتارہااور مختلف انداز سے محدثین احادیث کو ترتیب دینے کی خدمات سرانجام دیتے رہے لیکن اس میں جو تلقی بالقبول صحیحین کو حاصل ہوااور ان کی صحت پر امت مسلمہ کا جو اجماع ہوا، یہ مقام عظیم کسی اور مجموعہ حدیث کو حاصل نہ ہوسکا۔ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ صحیحین کی شروح میں سے ابن حجر عسقلانی (852ھ) کی فتح الباری "بدرالدین عینی (855ھ) کی "عمدۃ القاری"، علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (646ھ) کی " صحیح مسلم بشرح النووی"، علامہ شبیر احمد عثمانی (1369ھ) کی "فتح الملہم" اور جسٹس تقی عثمانی کی "تکملہ فتح الملہم" کو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح ہذادر اصل شبیر احمد عثمانی کی شرح "فتح الملہم" کا تکملہ ہے۔ یہ صحیح مسلم کی عظیم الشان شرح ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے چودھویں صدی ہجری کے وسط میں " صحیح مسلم " کی شرح "فتح الملہم" لکھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے یہ شرح "کتاب النکاح" تک تحریر فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان کی شکل میں ایک ایسے خطہ کے حصول کی کاوشیں شروع ہو گئیں، جہاں مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نکل کر آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ انگریزوں کی قوت اور

ہندوئوں کی اکثریت سے مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ خطہ کا حصول ایک خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اس خواب کی عملی تعبیر میں سرگرم ہوئے تو تصنیف و تالیف کا کام رک گیا اور "کتاب النکاح" سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں تک کہ 1369ھ بمطابق 1949ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور "فتح الملہم" کا یہ کام تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ تقریباً پچاس سال کا عرصہ اسی طرح گذر گیا، یہاں تک کہ شرح ہذا کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے حکم پر 25 جمادی الاول 1396ھ کو اس کام کا آغاز کیا اور تقریباً پونے انیس سال کی خاموش محنت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے 26 صفر 1415ھ کو مولانا محمد تقی عثمانی کے ہاتھوں سے "فتح الملہم" کی تکمیل فرمادی۔ محمد تقی عثمانی صاحب موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر، مفسر، محدث اور مفکر ہیں۔ موصوف کی اس شرح میں یک جا اتنا محدثانہ اور محققانہ مواد مل جاتا ہے کہ صرف اسی ایک تصنیف کو متعلقہ مباحث میں ایک کتب خانہ کے قائم مقام قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف اساتذۂ حدیث اور طالبان علوم نبوت کیلئے ایک گراں قدر علمی تحفہ، مباحث، معلومات، فوائد و نکات اور نادر تحقیقات و تنقیحات کا ایسا خزانہ بن گئی ہے جو انہیں سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی سے محفوظ کر دیتی ہے۔

فقہی مسائل کی تحقیق میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے مختلف مناہج سامنے آئے ہیں۔ بعض مقامات پر موصوف جمہور مسلک کی تائید میں جمہور علمائے کرام کی جانب سے صحیح مسلم کی احادیث کی تاویلات پیش کرتے ہوئے مسلک جمہور کو راجح قرار دیتے ہیں، بعض مسائل میں مسلکِ حنفی کی تائید کرتے ہیں، فقہائے احناف کی اختلافی آراء کی صورت میں مفتیٰ بہ قول کا ذکر کرتے ہیں، حنفی قواعد پر وارد اعتراضات اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب غلط آراء کی تصریح وتردید بھی تکملہ ہذا کا ایک منہج ہے۔ مزید برآں حنفی ہونے کے باوجود بعض مسائل میں موصوف فریقِ مخالف کے مسلک کو راجح قرار دیتے ہیں۔ تکملہ فتح الملہم کی فقہی ابحاث کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مذہبی تعصب کے غلو سے بڑی حد تک آزاد ہیں۔ مذاہبِ اربعہ کے اقوال کو امانت کے ساتھ نقل کرنے میں بڑے حریص ہیں، مکمل انصاف کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرتے ہیں اور کسی معین مذہب کے لیے تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچتے ہوئے اس مسلک کو ترجیح دیتے ہیں، جو دلیل سے ثابت ہو۔ گویا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اگر کہیں حنفی مسلک میں کوئی کمزوری پائی گئی، تو کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا ہے۔

عبد الفتاح ابو غدہؒ تکملہ ہذا کی اس خوبی کو یوں بیان کرتے ہیں: و وفّی البحث حقه من العرض والتحقيق في نقل مذاهب الأئمة، وسرد أدلة كل مذهب عند الكلام على أحاديث الأحكام، التي اختلفت فيها الأنظار، من حيث الرواية أو الدراية، مع ترجيح الراجح من الأقاويل المختلفة رواية و دراية بكل نصفة واتزان، متجنبا التعصب والتعسّف لمذهب بعينه[1]

ترجمہ: مذاہبِ ائمہ کے پیش کرنے اور ان کی تحقیق میں تقی صاحب نے بحث کا حق ادا کر دیا ہے، احکام کی احادیث پر کلام کے وقت ہر مذہب کے دلائل کو بیان کیا ہے، جن میں رائے اور دلائل میں اختلاف ہوا ہے، روایت یا درایت کے اعتبار سے، اس کے ساتھ ساتھ مکمل انصاف اور موزونیت کے ساتھ کسی متعین مذہب کے لیے تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچتے ہوئے روایۃً اور درایۃً مختلف اقاویل سے راجح کو ترجیح دی ہے۔

محقق الدکتور یوسف قرضاوی اسی سیاق میں لکھتے ہیں:

حرصہ علی نقل المذاهب والأقوال بأمانة، وعرضها بأدلتها بانصاف، وترجیحه ما یوجبه الدلیل منها، وان کان غیر المذهب الحنفی الذی هو مذهبه ومذهب أسرته وأهل بلده، والذی نشأعلیه وتعمق فی الاطلاع علیه أصولا و فروعا۔[2]

ترجمہ: مذاہب اور اقوال کو امانت کے ساتھ نقل کرنے اور انصاف کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرنے کے بڑے حریص ہیں اور اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں، جو دلیل سے ثابت ہو، اگرچہ وہ مذہب حنفی کے علاوہ ہو، جو (مذہب) ان کا، ان کے خاندان اور شہر والوں کا ہے اور وہ مذہب، جس پر ان کی تربیت ہوئی اور اس کے اصول و فروغ پر مطلع ہونے میں گہرائی میں گئے۔

الدکتور وهبة الزحیلی نے شرح ہذا کی اس خوبی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

واذا کانت العنایة فی هذا الشرح النفیس بالمذهب الحنفی تبیاناًو تأصیلاً و استنباطاً، لأنه مذهب أهل الهند والباکستان والأتراك، فانه لا أثر فیه لتعصب مقیت، ولا تعسّف فی التاویل، ولا تکلف فی المناصرة والتأیید۔[3]

ترجمہ: اگرچہ اس عمدہ شرح میں توجہ مذہبِ حنفی کے بیان، اصول اور استنباط کی طرف ہے، کیونکہ یہی مذہب ہندوستان، پاکستان اور ترک والوں کا ہے۔ اس میں سخت تعصب کا کوئی نشان نہیں ہے اور نہ ہی تاویل میں کوئی شدت ہے اور نہ ہی مذہبِ حنفی کی نصرت و تائید میں کوئی تکلف ہے۔

1: متبایعین کے لیے خیارِ مجلس کے ثبوت کا مسئلہ

بائع اور مشتری کے لیے خیارِ مجلس کے حوالہ سے ائمہ کرام کی آراء اختلافی ہیں۔ حدیثِ مبارکہ:

عن ابن عمرؓ: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: البیعان کل واحد منهما بالخیار علی صاحبه مالم یتفرقا الا بیع الخیار۔[4]

ترجمہ: ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب تک دونوں جدا نہ ہو جائیں سوائے بیع خیار کے۔

سے استدلال کرنے کے ساتھ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ خیارِ مجلس کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث میں جدا ہونے سے مراد "تفرق بالابدان" ہے اور ان کے ہاں محض ایجاب و قبول سے بیع لازم نہ ہو گی، بلکہ متبایعین میں سے ہر ایک کے لیے فسخ بیع کا اختیار ثابت ہو گا، حتیٰ کہ مجلس بیع ختم ہو جائے اور وہ جسمانی طور پر جدا ہو جائیں، پس جب وہ جدا ہو جائیں گے، خیارِ مجلس ساقط ہو جائے گا اور بیع لازم ہو جائے گی۔ سعید بن المسیب، زہری، عطاء، طاؤس، شریح، شعبی، اوزاعی، ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، ابن ابی ملیکہ، حسن بصری، ہشام بن یوسف، اسحاق بن راہویہ، ابی ثور، ابی عبید، محمد بن جریر طبری رحمہم اللہ اور اہل ظاہر کی بھی یہی رائے ہے[5]۔ جبکہ فقہائے احناف و مالکیہ خیارِ مجلس کے قائل نہیں، ان کے ہاں بیع ایجاب و قبول کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے اور متبایعین میں سے کسی ایک کے لیے اس کے بعد خیار باقی نہیں رہتا، سوائے شرط یا رؤیت یا عیب کے (ان صورتوں میں فسخِ بیع کا اعتبار رہے گا)۔ اس رائے کے قائلین میں سے امام ابو حنیفہ، محمد، ابو یوسف، مالک بن انس، سفیان ثوری، ابراہیم

النخعی اور ربیعة الرأی رحمہم اللہ ہیں۔[6]

مصنف موصوف نے اس مسئلہ میں احناف و مالکیہ کے دلائلِ نقلیہ مع وجوہِ استدلال نقل کیے ہیں[7]۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ بیع باہمی رضامندی سے ایجاب و قبول کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے اور فریقین میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس عقد کو فسخ کرنے کا ارادہ کرے۔ بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی تائید میں خیارِ مجلس کے قائلین کی استدلال کردہ روایت کی احناف کی جانب سے تاویلات نقل کی ہیں[8]۔ ان تاویلات کا لبِ لباب یہ ہے کہ حدیث میں "تفرق" سے مراد "تفرق بالقول" ہے، "تفرق بالا بدان" نہیں اور اس حدیث کا تعلق خیارِ قبول سے ہے خیارِ مجلس سے نہیں۔

احناف کی جانب سے بیان کردہ دلائل و تاویلات پر عدمِ اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اور خیارِ مجلس کے قائلین کی رائے کو اولیٰ قرار دیتے ہوئے مفتی تقی عثمانی صاحب نے بیان کیا:

لخصت للطالبين ههنا أقوى ما قيل في دلائل الحنفية في هذه المسئلة، ولكن الحقيقة أن قلبي لا ينشرح لما قاله الحنفية في الاعتذار عن حديث الباب، ففي جميع دلائلهم و تأويلاتهم عندي نظر، لأن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما [9] فهم من هذا الحديث التفرق بالأبدان وأن موضوعه ثبوت خيار المجلس۔[10]

ترجمہ: میں نے یہاں اس مسئلہ کے بارے میں احناف کے مضبوط ترین دلائل کا خلاصہ طلباء کے لیے پیش کر دیا ہے اور لیکن حقیقت یہ ہے کہ احناف نے حدیثِ باب (قائلینِ خیارِ مجلس کی استدلال کردہ روایت) کے عذر میں جو کچھ کہا اس سے میرے دل کو شرح صدر نہیں ہوئی، ان تمام دلائل اور تاویلات پر میرے نزدیک اعتراض ہے، اس لیے کہ ابن عمرؓ نے اس حدیث سے تفرق بالابدان سمجھا اور ان کے نزدیک اس حدیث کا موضوع خیارِ مجلس کا ثبوت ہے۔

بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے ایسی احادیثِ مبارکہ نقل کیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک حدیث میں تفرق سے مراد "تفرق بالابدان" ہے، نیز حدیثِ مبارکہ خیارِ مجلس کے ثبوت سے متعلق ہے[11]۔ اخیر میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے قائلینِ خیارِ مجلس کی رائے کو اولیٰ قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

فظهر أن الصحابة رضي الله عنهم فهموا من الحديث ثبوت خيار المجلس على اختلاف بينهم في تفسير المجلس، وما فهم الصحابة من الحديث أولى بالقبول۔[12]

پس ظاہر ہوا کہ صحابہؓ نے اس حدیث سے مراد خیار مجلس کا ثبوت سمجھا، اگرچہ ان کے درمیان مجلس کی تفسیر میں اختلاف ہے اور صحابہ کرامؓ حدیث سے جو سمجھے، وہ قبول کے اعتبار سے اولیٰ ہے۔

2: مفلس (دیوالیہ) کے پاس بائع کی چیز بعینہ پائے جانے کا مسئلہ

حدثنا أحمد بن عبدالله بن يونس، حدثنا زهير بن حرب، حدثنا يحيى بن سعيد، أخبرني أبو بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، أن عمر بن عبدالعزيز أخبره، أن أبا بكر بن عبد الرحمان بن الحارث بن هشام أخبره، أنه سمع أبا هريرة يقول: قال

رسول اللهصلى الله عليه وسلم ، أو: سمعت رسول اللهصلى الله عليه وسلم يقول: من أدرك ماله بعينه عند رجل قد أفلس، أو انسان قد أفلس، فهو أحق به من غيره۔[13]

ترجمہ: ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایایا میں نے رسولصلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنامال بعینہ کسی ایسے آدمی کے پاس پائے جو مفلس(دیوالیہ) ہو گیاہو یا مفلس انسان کے پاس پائے، تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے۔

سے استدلال کرتے ہوئے جمہور علمائے کرام (امام مالک، شافعی، احمد، عروہ، اوزاعی، عنبری، اسحاق، ابو ثور اور ابن منذر رحمہم اللہ) [14]کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے کسی سے کوئی چیز خریدی اور پیسے دینے سے پہلے وہ مفلس ہو گیا، پھر بائع نے اپنا بیچاہوا سامان اس کے پاس ویسے ہی(بعینہ) پالیا، پس اگر یہ بائع بیع کو فسخ کرنے اور اس سے سامان واپس لینے کا اختیار رکھتاہو، تو قرض خواہوں میں سے اس کے علاوہ کوئی اس کے ساتھ شریک نہ ہو گا۔ جبکہ امام ابو حنیفہ، حسن، نخعی، شعبی، ابن شبرمہ، وکیع، ابو یوسف، محمد اور زفر رحمہم اللہ کے مطابق[15] بائع اس مذکورہ صورت میں باقی قرض خواہوں کے برابر ہو گا اور اس کے لیے جائز نہیں، کہ وہ منفرد اس سامان کو لے لے، سفیان ثوریؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔[16]

جمہور علمائے کرام نے صحیح مسلم کی مذکور حدیث سے استدلال کیاہے اور اسے بیع پر محمول کیاہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں مبیع بائع کی ملکیت سے بیع کے ساتھ ہی نکل گیا اور اس کا حق تھا کہ وہ پیسوں کے لیے روک دیتا(پیسوں کے بغیر خریدار کو چیز نہ دیتا)، جب اس نے سامان مشتری کو دے دیا، تو مبیع سے اس کا حق بالکل ختم ہو گیا، اس کے لیے اب کچھ باقی نہیں رہامگر خریدار کے ذمے ثمن کا قرض ہے۔ پس وہ اس میں استحقاق کے سبب تمام قرض خواہوں کے برابر ہو گا[17]۔ اس مختلف فیہ مسئلہ میں مصنف موصوف نے امام ابو حنیفہؒ کے دلائل[18] ذکر کرتے ہوئے ان کی تائید میں بیان کیا:

وانما استدلال الامام أبي حنيفة رحمه الله بالأصول الثابتة المجمع عليها، وهي أن المبيع ينتقل الى ملك المشترى فور تمام العقد، والى ضمانه فور تمام القبض، وهو مفاد الحديث المشهور: "الخراج بالضمان"، فصار المبيع كسائر أملاك المشترى، لا ترجيح للبائع فيها على بقية الغرماء۔[19]

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کا استدلال ان اصولوں کے ساتھ ہے، جو ثابت اور متفق ہیں اور وہ(اصول) یہ ہے کہ مبیع عقد مکمل ہو جانے کے بعد فوراً مشتری کی ملکیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور قبضہ کے مکمل ہونے کے فوراً بعد اس کی ضمان میں آجاتا ہے اور یہ اس مشہور حدیث "الخراج بالضمان" کا حاصل ہے، پس یہ مبیع مشتری کی تمام املاک کی طرح ہو گا اور اس میں بائع کو باقی قرض خواہوں پر کوئی ترجیح حاصل نہ ہو گی۔

پھر احناف کی طرف سے حدیثِ باب(جمہور کی استدلال کردہ حدیث) کی طرف سے عذر بیان کرتے ہوئے[20] صاحبِ تکملہ نے نتیجتاً ذکر کیا:

فحمل الحديث على المسروق، والمغصوب، والودائع، والعوارى، والمقبوض على سوم الشراء أولى، عملاً بلفظ الحديث، ولو حملناه على المبيع كما فعله الجمهور، لخرج لفظ الحديث عن حقيقته، والحقيقة أولى من المجاز[21]

ترجمہ: حدیث کو مسروق، مغصوب، ودائع، عواری اور المقبوض علی سوم الشراء پر محمول کیا جائے، یہ حدیث کے الفاظ پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ ہے، اگر ہم اس کو مبیع پر محمول کریں جیسا کہ جمہور نے کیا ہے، تو حدیث کا لفظ اپنے حقیقی معنی سے نکل جائے گا اور حقیقی معانی مجازی معانی سے اولیٰ ہے۔

بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان احادیث کی حقیقت بیان کی، جن میں لفظ بیع آیا تھا[22]اور اخیر میں جمہور کے مسلک کو الفاظِ حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

وبالجملة، فالمسئلة مجتهد فيها، ولكل من الفريقين دلائل قوية، وان مذهب الجمهور أوفق بلفظ الحديث، كما أن مذهب الحنفية أوفق بالأصول الثابتة، ولهم عن حديث الباب أعذار قوية۔[23]

ترجمہ: بہر حال مسئلہ قابلِ اجتہاد ہے اور فریقین میں سے ہر ایک کیلئے قوی دلائل ہیں اور جمہور کا مذہب حدیث کے لفظ کے زیادہ موافق ہے، جیسا کہ احناف کا مذہب اصولِ ثابتہ کے زیادہ موافق ہے اور حدیثِ باب کے سلسلے میں احناف کے پاس بڑے قوی عذر ہیں۔

پھر موصوف نے جمہور کی تائید میں بیع کے ذکر پر مبنی مزید دو روایات نقل[24]کرنے کے بعد بیان کیا:

ومجموع هذه الروايات يشكل ردها۔ ثم ان الذى روى الحديث بلفظ البيع لم يخالف غيره، وانما أتى بزيادة سكت عنها الآخرون، وزيادة ثقة مقبولة، فما بالك بما رواه أكثر من ثقة! ولذلك يظهر من كلام الامام الشيخ عبدالحى اللكنوى رحمه الله فى التعليق الممجد أنه ميال الى ترجيح مذهب الجمهور فى هذا الباب۔[25]

ترجمہ: اور ان روایات (جن میں بیع کا ذکر ہے) کے مجموعہ کو رد کرنا مشکل ہے، جو حدیث کو لفظ بیع کے ساتھ روایت کرتے ہیں، وہ اس کے علاوہ (غیر کی) کی مخالفت نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف ایک اضافی چیز لائے ہیں، جس سے دوسرے خاموش رہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ تو تیرا کیا خیال ہے! ان کے بارے میں جنہیں ثقہ سے زیادہ لوگ روایت کرتے ہوں، اسی وجہ سے عبد الحیئ لکھنوی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اس باب میں جمہور کے مذہب کی ترجیح کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

3: مدعی کے پاس گواہوں کی عدم موجودگی میں مدعی علیہ پر قسم کا مسئلہ

حدثني أبو الطاهر أحمد بن عمرو بن سرح، أخبرنا ابن وهب، عن ابن جريج، عن ابن أبي مليكة، عن ابن عباس: أن النبيصلى الله عليه وسلم قال: لو يعطى الناس بدعواهم، لادعى الناس دماء رجال وأموالهم، ولكن اليمين على المدعى عليه۔[26]

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو صرف اُن کے دعویٰ کی بنیاد پر دیا جاتا تو لوگ دوسرے لوگوں کے خون اور اموال حاصل کرلیں گے لیکن قسم اُٹھانا مدعی علیہ کی ذمہ داری ہے۔

سے استدلال کے ساتھ جمہور علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ پر ہر حال میں قسم واجب ہے، خواہ اس

کے اور مدعی کے مابین کوئی اختلاط ہو یا نہ ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک محض دعوی کے ساتھ مدعی علیہ پر قسم واجب نہیں ہے، ورنہ اہلِ غرض اور جہلاء شرفاء پر جھوٹے دعوے کر کے ایک دن میں ان پر کئی کئی قسمیں لازم کر دیں گے۔ اس لیے انہوں نے مدعی علیہ پر قسم کے لزوم کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ میں کسی قسم کا کوئی ربط اور اختلاط ہو، جس کی وجہ سے دعوی کی صحت کا گمان ہو سکے۔ مصنف موصوف نے مسلکِ حنفی سے تعلق رکھنے کے باوجود غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے مالکی مسلک کی تائید میں مالکیہ کی جانب سے صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث کا عذر یوں پیش کیا ہے:

يمكن للمالكية أن يعتذروا عن حديث الباب بأنه يتحدث عمن كان مجدا في دعواه، وان الخلطة انما تشترط للتأكد من جدية الدعوى، فاذا ثبتت الجدية توجه اليمين الى المدعى عليه، وذلك لأن الشريعة لا تحتفل بالهازل المتلاعب بالدعاوى، فان دعواه بمنزلة المعدوم، فلم يكن خصمه مدعى عليه في الحقيقة، لكون المدعي غير مجد في دعواه فلم تتوجه اليه اليمين و بعبارة أخرى، ان الخلطة انما تشترط عند مالك لصحة الدعوى، فلا تصح عنده الدعوى الا بالخلطة، وحيث لم تصح الدعوى لم يكن الخصم مدعى عليه، فلم تتوجه اليه اليمين۔ فلم يخالف مالك رحمه الله حديث الباب، لأنه فيمن أصبح مدعى عليه بعد صحة الدعوى۔[27]

ترجمہ: مالکیہ کے لیے ممکن ہے کہ وہ حدیثِ باب (مذکورہ حدیث) کا عذر یوں پیش کریں کہ یہ حدیث اس آدمی کے بارے میں بیان کرتی ہے جو اپنے دعوی میں سنجیدہ ہو اور شرکت و مناسبت کی شرط دعوی کی سنجیدگی کو پختہ کرنے کے لیے لگائی گئی ہے۔ پس جب سنجیدگی ثابت ہو جائے گی تو قسم مدعی علیہ کی طرف متوجہ ہو گی، کیونکہ شریعت اس مذاق کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتی، جو اپنے دعوی کے ساتھ کھیل کود کرتا ہے۔ پس اگر اس کا دعوی نہ ہونے کے برابر ہے تو اس کا فریقِ مخالف حقیقت میں مدعی علیہ نہیں بنتا، کیونکہ مدعی اپنے دعوی میں سنجیدہ نہیں تو قسم اس کی طرف متوجہ نہیں ہو گی۔ بالفاظ دیگر مناسبت امام مالکؒ کے ہاں دعوی کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے، پس ان کے ہاں دعوی کسی مناسبت کے ساتھ ہی صحیح ہو گا اور جب دعوی ہی صحیح نہیں تو فریقِ مخالف ان کے ہاں مدعی علیہ نہیں ہے پس قسم اس کی طرف متوجہ نہیں ہو گی۔ پس امام مالکؒ نے حدیثِ باب (مذکورہ حدیث) کی مخالفت نہیں کی کیونکہ حدیث اس آدمی کے بارے میں ہے جو دعوی کے صحیح ہونے کے بعد مدعی علیہ بن گیا۔

4: ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کا مسئلہ

ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کے وجوب و عدم وجوب کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء اختلافی ہیں۔ ائمہ ثلاثہ، فقہائے سبعہ، عمر بن عبد العزیز، حسن، شریح، عبد اللہ ابن عتبہ، ابی سلمہ بن عبد الرحمن، یحی بن یعمر، ربیعہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابی الزناد رحمہم اللہ کے ہاں ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے[28] جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ دو مرد گواہ یا ایک مرد اور دو عورتیں واجب ہیں[29]۔ امام شافعی، نخعی، اوزاعی[30]، زہری، عطا، حکم بن عتیبہ، ابن شبرمہ، لیث بن سعد اور یحی اندلسی رحمہم اللہ[31] کی بھی یہی رائے ہے۔ مصنف موصوف نے اس مسئلہ

میں فریقین کے دلائل نقل کیے[32] اور ائمہ ثلاثہ کی بطورِ دلائل پیش کی جانے والی احادیث پر احناف کی جانب سے وارد اعتراضات ذکر کیے[33]۔ ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے والی احادیث اخبارِ آحاد ہیں اور احناف کے ہاں ان کے ذریعے سے کتاب اللہ پر اضافہ جائز نہیں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی جانب سے وارد کردہ اس اعتراض کے حوالے سے بیان کیا ہے:

ولی فیہ نظر، لأن الذی یبدو أن هذه الأحادیث یصدق علیها تعریف المشهور علی طریق المحدثین والأصولیین کلیهما۔[34]

ترجمہ: مجھے اس پر اعتراض ہے، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ ان احادیث پر محدثین اور اصولیین دونوں کے طریقے کے مطابق خبر مشہور کی تعریف صادق آتی ہے۔

بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے محدثین اور اصولیین کی تعریفات کی روشنی میں ان احادیث کے مشہور ہونے کا اثبات کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

وقد تتبعت روایات القضاء بشاهد ویمین، فوجدتها ینقلها أویعمل بها أکثر من عشرین تابعیا، منهم عمرو بن دینار، و محمد الباقر، وأبو صالح، وعبدا لرحمن الأعرج، وسعید المقبری، وشرحبیل بن معین، واسماعیل بن عمرو بن قیس، والحارث بن بلال، وابن البیلمانی، وشریح، وایاس، وسعید بن المسیب، وأبی سلمة، والقاسم بن محمد، وسالم بن عبدالله، وأبوبکر بن عبدالرحمن، وعبید الله بن عبدالله، وخرجة بن زید، وسلیمان بن یسار، وعلی بن حسین، والحسن البصری، وأبو الزناد، ویحیی بن یعمر، وربیعة، وروی القضاء بذلك عن الخلفاء الأربعة الراشدین وأبی بن کعب، وعبد الله بن عمر رضی الله عنهم بأسانید ضعیفة، واختلفت فیه الروایات عن عروة، والزهری، وعمر ابن العزیز رحمهما الله تعالی۔ والظاهر أن العدد الکبیر من التابعین یجعل الحدیث مشهورا علی اصطلاح الفقهاء الحنیفة أیضا۔[35]

ترجمہ: میں نے قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کی احادیث تلاش کیں، میں نے انہیں نقل کرنے یا ان پر عمل کرنے میں بیس سے زائد تابعین کو پایا ہے، ان میں عمرو بن دینار، محمد الباقر، اَبو صالح، عبد الرحمن الأعرج، سعید المقبری، شرحبیل بن معین، اسماعیل بن عمرو بن قیس، الحارث بن بلال، ابن البیلمانی، شریح، ایاس، سعید بن المسیب، اَبی سلمہ، القاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، ابو بکر بن عبد الرحمن، عبید اللہ بن عبد اللہ، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، علی بن حسین، حسن بصری، اَبو الزناد، یحیی بن یعمر اور ربیعہ ہیں اور اس کے ساتھ فیصلہ کی روایت خلفائے راشدین، ابی بن کعب اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے ضعیف اسانید کے ساتھ مروی ہے اور عروہ، زہری اور عمر بن عبد العزیز رحمہم اللہ تعالی کی روایات میں اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ تابعین کی بہت بڑی تعداد اس حدیث کو فقہائے احناف کی اصطلاح کے مطابق بھی مشہور بنا دے گی۔

اخیر میں اس مسئلہ میں غیر جانبدارنہ اور تعصب سے پاک رائے دیتے ہوئے مصنف موصوف یوں رقمطراز ہیں:

فالذی یظھر لھذا العبد الضعیف عفا الله تعالی عنه: أن نصاب الشھادة فی الأصل ھو ما ذکره الله سبحانه و تعالی فی سورة البقرة بقوله: "واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لکم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء[36]۔ ولکن ربما تحدث أعذار لا یتیسر بھا ھذا النصاب ولعل رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی بالشاھد الواحد مع الیمین فی مثل ھذه الأعذار۔۔۔ والخلاصة أن أحادیث القضاء بالشاھد والیمین لا مجال لانکار ثبوتھا، وآیة سورة البقرة صریحة فی تعیین نصاب الشھادة۔ فتحمل الأحادیث علی أحوال العذر التی لا یمکن فیھا الحصول علی ھذا النصاب، ویزاد بھا علی کتاب الله تعالی بھذا القدر فقط، لکون الأحادیث فی ھذا الباب مشھورة، أو لأن حالة العذر حکم مستقل بنفسه مسکوت عنه فی القرآن الکریم، والزیادة فی الأمور التی سکت عنھا القرآن الکریم ممکنة بأخبار الآحاد أیضا۔[37]

ترجمہ: جو مجھے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں گواہی کا نصاب وہ ہے جو اللہ نے سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے "وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ" اور لیکن کبھی کبھی ایسے عذر سامنے آجاتے ہیں کہ یہ نصاب میسر نہیں ہوتا اور شاید نبیصلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے عذروں میں ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کیا۔۔۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کی احادیث کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور سورۃ البقرہ کی آیت گواہی کے نصاب کی تعیین میں صریح ہے، پس احادیث کو ان عذر کے احوال پر محمول کیا جائے گا، جن کے اندر اس نصاب کا حصول ممکن نہیں اور اس کے ذریعے کتاب اللہ پر صرف اسی قدر اضافہ کیا جائے گا، کیونکہ اس باب میں احادیث مشہور ہیں، یا اس لیے کہ عذر کی حالت اپنی ذات میں مستقل حکم ہے جس سے قرآن کریم میں خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ اور جن امور سے متعلق قرآن پاک خاموش ہے، ان میں اخبار آحاد کے ساتھ زیادتی ممکن ہے۔

المختصر یہ کہ تکملہ فتح الملہم کو شروحِ صحیح مسلم میں امتیازی مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے والد مفتی محمد شفیع کے حکم پر یہ شرح لکھی۔ پے در پے مشغولیات، لگاتار اسفار اور متفرق انواع کی مصروفیات کی وجہ سے صاحب تکملہ نے اٹھارہ سال اور نو ماہ کی مدت میں اس شرح کی تکمیل کی۔ چھ جلدوں پر مشتمل شرحِ ہذا کے چار معروف نسخے دستیاب ہیں جن میں ضخامت، حوالہ جات، الفاظ اور عبارات کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ جدید انداز و اسلوب پر مرتب یہ شرح ایک امتیازی مقام کی حامل ہے۔ اس میں حدیث و فقہ کی متداول اور اساسی کتب پر انحصار کیا گیا ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کو چونکہ انگریزی زبان پر قدرت اور عصری علوم میں دسترس حاصل ہے۔ انہوں نے مسائلِ جدیدہ کے حل میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کیا اور قدرت کی طرف سے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، مختلف اسلامی بینکوں اور اقتصادی مراکز میں جدید مسائل کو سمجھنے اور ان کے شرعی احکام واضح کرنے کے مواقع میسر آئے۔ چنانچہ انہوں نے اس شرح میں جدید مسائل کا حل بھی امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ تکملہ فتح الملہم کی فقہی ابحاث کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مذہبی تعصب کے غلو سے بڑی حد تک آزاد ہیں۔ مذاہبِ اربعہ کے اقوال کو امانت کے ساتھ نقل کرنے میں بڑے حریص ہیں، مکمل انصاف کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرتے ہیں اور کسی معین مذہب کیلئے تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچتے ہوئے اس مسلک کو ترجیح دیتے ہیں، جو دلیل سے ثابت ہو۔ گویا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اگر کہیں حنفی مسلک میں

کوئی کمزوری پائی گئی، تو کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا ہے۔

حوالہ جات

[1] تقی عثمانی، محمد، مفتی، تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1432ھ، ج1، ص5

[2] مقدمۃ تکملہ، ج1، ص11

[3] مقدمہ تکملہ الملہم، (نسخۂ جدید)، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1430ھ، ج1، ص14

[4] تکملہ، ج1، ص367-374؛ مسلم بن حجاج، ابوالحسین، القشیری، صحیح مسلم، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعة الثانية، 1421ھ، کتاب البیوع، باب: ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، (3853)

[5] تکملہ، اج1، ص367؛ ابن قدامہ، عبد الله بن احمد بن محمد، ابوعبد الله، المغنی، دار عالم الکتب للطباعة والنشر والتوزیع، المملكة العربية، السعوديه، الطبعة الرابعة، 1419ھ، کتاب البیوع، ج6، ص10؛ محمد عبدالحئی، ابوالحسنات، التعلیق الممجد علی موطأ محمد رحمه، فرنگی محل لکھنؤ، س۔ن، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب: ما یوجب البیع بین البائع والمشتری، ص340

[6] تکملہ، ج1، ص367-368؛ ابن الترکمانی، علاؤ الدین علی بن عثمان، السنن الکبری مع الجوهر النقی، اداره تالیفات اشرفیه، ملتان، س۔ن، کتاب البیوع، باب: المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا، ج5، ص272؛ التعلیق الممجد، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب: ما یوجب البیع بین البائع والمشتری، ص340

[7] تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ج1، ص368-369

[8] تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ج1، ص369-372

[9] "عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: اذا تبايع الرجلان فكل واحد منهما بالخيار ما لم يتفرقا وكانا جميعا، أو يخير أحداهما الآخر فتبايعا على ذلك فقد وجب البيع، وان تفرقا بعد أن يتبايعا ولم يترك واحد منهما البيع فقد واجب البيع"۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، (3855)

[10] تکملہ، ج1، ص373

[11] تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ج1، ص373

[12] تکملہ، ج1، ص374

[13] تکملہ، ج1، ص493-494؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب: من أدرك ماباعه عند المشتری وقد أفلس، (3987)

[14] تکملہ، ج1، ص494؛ المغنی، کتاب البیوع، ج6، ص538

[15] تکملہ، ج1، ص494؛ بدرالدین العینی، محمود بن احمد، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، 2005ء، کتاب فی الاستقراض، باب: اذا وجد ماله عند مفلس فی البیع، ج9، ص120

[16]تکملہ، ج1، ص494؛ الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، ابوبکر، المصنف، تحقیق، حبیب الرحمن الاعظمی، منشورات المجلس العلمی، س۔ن، کتاب البیوع، باب: الرجل یفلس فیجد سلعته بعینها،(15171)

[17]ملخص از تکملہ، ج1، ص494-495

[18]دیکھیے، تکملہ، ج1، ص495-496

[19]تکملہ، ج1، ص496

[20]تفصیل کے لیے دیکھیے، تکملہ، ج1، ص496-497

[21]تکملہ، ج1، ص497

[22]تکملہ، ج1، ص497-500

[23]تکملہ، ج1، ص500

[24]أیضاً

[25]تکملہ، ج1، ص501؛التعلیق الممجد علی موطأمحمد رحمه، ص342-343

[26]تکملہ، ج2، ص547-548؛صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب: الیمین علی المدعی علیه،(4470)

[27]تکملہ، ج2، ص549

[28]تکملہ، ج2، ص553؛ ابن قدامة، المغنی، کتاب القضاء، ج14، ص130

[29]تکملہ، ایضاً

[30]المغنی، کتاب القضاء، ج14، ص130

[31]ابن عبد البر، ابوعمر، القرطبی، "التمهید لما فی الموطا من المعانی والأسانید"، تحقیق، مصطفی بن أحمد العلو، محمد عبدالکبیر البکری، وزارة عموم الأوقاف والشؤون الاسلامية، 1387ھ، ج2، ص154

[32]دلائل کے لیے دیکھیے، تکملہ ہذا، ج2، ص554-562

[33]تکملہ، ج2، ص562-563

[34]تکملہ، ج2، ص563

[35]تکملہ، ج2، ص564

[36]البقرة، 2:282

[37]تکملہ، ج2، ص564-565